



شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِتٰى هِىَ اَقْوَمُ  
یقیناً یہ قرآن اس راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھی ہے



❖ اس قرآن کو ہم نے نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں  
❖ بیشک یہ قرآن بہت بڑی عزت والا ہے جو ایک محفوظ کتاب میں درج ہے



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

تفسیر ”احسن البیان“ اور اس کی چند امتیازی خصوصیات

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ (۱۹۹۳ء) میں اللہ تعالیٰ نے زندگی میں پہلی مرتبہ عمرے کی سعادت سے ہم کنار اور خانہ کعبہ و مسجد نبوی کی زیارت سے مشرف فرمایا۔ یہ سفر مبارک ریاض (سعودی عرب) کے احباب جماعت کے تعاون سے ہوا۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ حسن اتفاق سے اسی سال یعنی ڈیڑھ مہینے کے بعد ذوالقعدہ کے آخر میں رابطہ عالم اسلامی (مکہ مکرمہ) کی طرف سے ایام حج میں ضیافت کی دعوت مل گئی اور اس دعوت نامے کی بنیاد پر حج کاویزا مل گیا اور یوں راقم فریضہ حج کی سعادت سے بھی بہرہ مند ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

عمرہ اور حج کے ان دونوں مبارک موقعوں پر مقدس مقامات اور خصوصی اوقات میں راقم نے دیگر دعاؤں کے ساتھ ایک خصوصی دعائیت الخاح و خلوص سے یہ کی کہ یا اللہ! معاشی کفالت کا ایسا آبرو مندانہ انتظام فرمادے کہ میں صحافت کے خارزار سے نکل کر گوشہ عافیت و تنہائی میں بیٹھے قرآن کریم اور حدیث رسول ﷺ کی ٹھوس علمی خدمت انجام دے سکوں۔ ساتھ ہی بارگاہ الہی میں یہ بھی عرض کیا کہ اس علمی خدمت کے لئے جس استعداد و صلاحیت کی ضرورت ہے، اس سے راقم کا دامن خالی ہے، اپنے فضل خاص سے قرآن و حدیث کے فہم کے لئے راقم کا سینہ بھی کھول دے، ان کی مشکلات و غوامض کو آسان اور قلم میں روانی و شگفتگی پیدا فرمادے تاکہ میری علمی تہی سادگی اس اہم کام میں رکاوٹ نہ بنے۔

اللہ تعالیٰ نے ”معلوم ہوتا ہے“ اس بندہ عاجز کی دعا قبول فرمائی اور ایسے اسباب مہیا فرمادیے کہ اس کے چند مہینے بعد ہی محب مکرم جناب عبدالخالک مجاہد صاحب نیچنگ ڈائریکٹر ادارہ دارالسلام نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں قرآن پاک کے ترجمہ پر مختصر حواشی تحریر کروں اور اس بات کا اظہار کیا کہ ریاض تشریف لائیں تاکہ ادارے کے رفقاء کرام کے مشورے اور براہ راست نگرانی میں یہ کام سرانجام پاسکے۔ ادارہ دارالسلام نے

بندہ کا ہمت دست کر دیا، ٹکٹ آگیا اور مرکزی جمعیت اہل حدیث کے تعاون سے ویزا لگوانے کے بعد راقم مہینوں ۱۳۳ھ بمطابق فروری ۱۹۹۳ء میں ریاض چلا گیا۔ میرے ہمراہ کیلانی خاندان کے مشہور خطاط محمد یعقوب صاحب بھی تھے تاکہ وہ ساتھ ساتھ کتابت کرتے جائیں۔

اس سفر کا مقصد صرف اور صرف قرآنی خدمت ہی تھا۔ غیر ضروری تفصیلات سے قطع نظر راقم نے ریاض میں قرآن کریم کا حاشیہ تحریر کرنے کا آغاز کر دیا، جس کی تکمیل یہاں پاکستان میں آکر ہوئی۔ مولانا مجاہد صاحب کی خواہش تھی کہ اس کی تکمیل ریاض میں ہی ہو تاکہ یہ کام جلد ہو جائے، کیوں کہ وہ کم از کم اہل حق میں اس کی تکمیل چاہتے تھے۔ تاہم راقم کے لئے وہاں زیادہ عرصہ رہنا نہایت مشکل تھا، اس لئے انہوں نے پھر مہجی فرمائی اور راقم کو پاکستان آنے کی اجازت دے دی، چنانچہ راقم موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مدد مرئی مرتبہ حج و عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے فوراً بعد پاکستان آگیا۔ اللہ تعالیٰ اس حج کو مبرور اور اس سعی کو حشر فرمائے۔ راقم نے حسب وعدہ پاکستان واپس آنے کے بعد اس کی تکمیل ہی کو اولیت و اہمیت دی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی دست گیری فرمائی اور یوں حاشیہ نویسی یا تفسیر نگاری کا یہ غایت درجہ مشکل اور نہایت جاں گداز عرصہ کبیرہ مہینے میں طے پا گیا۔ فالحمد لله علی ذلک الف الف مرۃ

اس وقت ایک اہم خلا تو نئے انداز سے سلفی تفسیر کا ہے، جسے پر کرنے کی شدید ضرورت ہے اور یہ حاشیہ کے پروگرام میں شامل بھی ہے۔ تاہم جب تک یہ تفصیلی تفسیر میسر نہیں آتی، یہ مختصر تفسیر بھی قرآن کریم کے معانی و مطالب کے سمجھنے کے لئے ان شاء اللہ کافی مفید ثابت ہوگی۔

یہ حاشیہ قرآن یا مختصر تفسیر ”احسن البیان“ جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس میں اگرچہ جگہ کی محدودیت کی وجہ سے زیادہ تفصیل سے کام نہیں لیا گیا، تاہم پھر بھی کوشش کی گئی ہے کہ عوام کو قرآن حسی اور اس کے مشکل مقامات کے لئے جتنی تفصیل کی ضرورت ہے، اسے اختصار و جامعیت کے ساتھ ضرور پیش کیا جائے۔ اس میں کہاں تک کامیابی ہوئی ہے، قارئین اور اہل علم پڑھ کر ہی اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اس کے باوجود قارئین کہیں تشنگی محسوس کریں تو اس کی وجہ راقم کی علمی کوتاہی کے علاوہ، دی جگہ کی محدودیت بھی ہے۔ اس کی مزید خصوصیات حسب ذیل ہیں:

۱۔ سرائیکی اور ضعیف روایات کے بیان کرنے سے گریز اور صرف صحیح روایات کا اہتمام کیا گیا ہے۔  
۲۔ شان نزول اور سورتوں کے فضائل میں بکثرت روایات مروی ہیں لیکن ان میں بھی صحیح روایات بہت کم ہیں۔ عدم گنجائش کی وجہ سے مشہور ضعیف روایات کی تردید تو ممکن نہیں تھی اس لئے صرف یہ التزام کیا گیا ہے کہ صرف صحیح اور مستند روایت ذکر کر دی جائے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو روایات اس میں نقل نہیں ہوئیں، وہ کتنی بھی مشہور ہیں، بالعموم غیر مستند ہیں۔

۳۔ علمی مسائل و مباحث سے اسے گراں بار نہیں کیا گیا ہے، کیوں کہ اس کا محل مفصل تفسیر ہے۔ صرف



سورة	آیت	سورة	آیت	سورة	آیت
فہرست مضامین قرآن مجید					
عقائد					
اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور وجود باری کے دلائل					
البقرة	۱۶۴	النحل	۱۷۵	السجدة	۲۷۶۲
"	۲۵۸	"	۵۴۵۲	الفاطر	۱۳۳۱۱
آل عمران	۱۸	"	۷۳۵۶۵	"	۲۸۶۷
الانعام	۱	"	۸۱۵۷۸	یس	۴۴۳۳۳
"	۱۷۱۲	بنی اسرائیل	۱۲	الرؤمر	۶۵۴
"	۴۱۴۰	"	۴۲	"	۲۱
"	۶۲	"	۶۶	"	۴۲
"	۷۷	"	۶۷	المؤمن	۶۳۵۶۱
"	۷۸	الكهف	۹	"	۶۸۶۷
"	۷۹	طہ	۵۳۵۳	"	۸۱۵۷۹
"	۸۰	الانبياء	۳۳۳۳۰	حم السجدة	۳۷
"	۸۱	المؤمنون	۸۰۵۷۸	الشورى	۳۳۳۲۲۹
"	۸۲	"	۹۵۳۸۴	الرؤف	۱۳۵۹
"	۸۳	النور	۴۶۳۴۱	"	۸۷
"	۸۴	الفرقان	۵۴۳۳۵	الحاثیة	۵۳۳
"	۸۵	"	۶۲۶۱	"	۱۳۱۲
"	۸۶	الشعراء	۷	ق	۱۱۳۶
"	۸۷	"	۲۸۲۶۲۴	الذريت	۲۱۲۰
"	۸۸	النمل	۶۵۳۶۰	الواقعة	۵۹۳۵۷
"	۸۹	"	۸۶	"	۶۳۶۳
"	۹۰	العنكبوت	۴۳	"	۶۹۶۸
"	۹۱	"	۶۳۵۶۱	"	۷۲۷۱
"	۹۲	الروم	۲۵۳۲۰	الملک	۵۳۱
"	۹۳	"	۳۵۳۳۳	"	۱۹۱۷۵۱۵
"	۹۴	"	۳۷	"	۲۴۲۳
"	۹۵	"	۴۶	المُرسلت	۳۳۳۲۰
"	۹۶	"	۴۹	"	۲۷۳۳۵
"	۹۷	"	۵۴	الغاشیة	۲۰۳۱۷
"	۹۸	لقمن	۱۱۱۰	وحدانیت	
"	۹۹	"	۲۵	البقرة	۱۳۳
"	۱۰۰	"	۳۲۲۴	"	۱۶۳

سورة	آیت	سورة	آیت	سورة	آیت
النساء	۱۷۱	آل عمران	۶۲	الانبياء	۸۷
المائدة	۷۳	"	۶۳	المؤمنون	۲۳
الانعام	۱۹	النساء	۸۷	"	۹۱
الاعراف	۷۰	المائدة	۷۳	"	۱۱۶
التوبة	۳۱	الانعام	۴۶	النمل	۲۶
يوسف	۳۹	"	۷۱	"	۵۹
الرعد	۱۶	"	۷۲	"	۶۳۵۶۰
ابراهيم	۵۲۳۸	"	۷۳	القصاص	۷۲۷۰
الحج	۲۲	"	۷۴	"	۷۳۷۰
بنی اسرائیل	۴۶	الاعراف	۵۹	الفاطر	۸۸
الكهف	۱۱۰	"	۶۵	یس	۶۱
الانبياء	۱۰۸	"	۷۶	الصافات	۳۵
الحج	۳۲	"	۷۷	ص	۶۵
العنكبوت	۴۶	"	۷۸	الرؤمر	۳۲
صف	۴	التوبة	۳۱	"	۶
ص	۵	"	۱۲۹	المؤمن	۳
الرؤمر	۶۵	يونس	۹۱	"	۶۶۶۵۶۲
"	۴	هود	۲	حم السجدة	۱۳
"	۴۵	"	۲۶	الرؤف	۸۳
المؤمن	۸۳۱۶۱۲	"	۵۰	الذخان	۸
حم السجدة	۶	"	۶۱	الاحقاف	۲۱
المستحنة	۳	"	۸۲	محمد	۱۹
الإخلاص	۱	يوسف	۳۸	الطور	۴۳
اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں					
البقرة	۱۶۳	الرعد	۳۰	الحشر	۲۳۲۲
"	۲۵۵	النحل	۲	التغابن	۱۳
آل عمران	۲	الكهف	۱۱۰	المزمل	۹
"	۶	طہ	۱۳۱۸	حیات و بقا	
"	۱۸	"	۹۸	البقرة	۲۵۵
"		الانبياء	۲۲	آل عمران	۲
"		"	۴۵	طہ	۷۳



## رُ موزِ اوقاف

قرآن مجید کی تلاوت کیلئے یہ جاننا نہایت ضروری ہے کہ کہاں ٹھہرنا چاہئے اور کہاں نہیں۔ قرآن مجید صحیح پڑھنے کیلئے خاص خاص علامتیں مقرر ہیں جنہیں رُ موزِ اوقاف کہتے ہیں۔ ان کی مفصل کیفیت درج ذیل ہے :

**م۔** وقف لازم : اس علامت پر ضرور ٹھہرنا چاہئے ورنہ عبارت کا مطلب منشاء الہی کے خلاف ہو جائے گا۔ **ط۔** وقف مطلق : یہاں ٹھہرے بغیر گزرنا نہیں چاہئے بہتر یہی ہے کہ اس پر وقف کر کے (ٹھہر کر) اگلے لفظ سے ابتدا کی جائے۔

**ج۔** وقف جائز : یہاں ٹھہرنا اور نہ ٹھہرنا دونوں طرح جائز ہے لیکن ٹھہر جانا بہتر ہے۔ **ز۔** وقف مجوز : اس علامت پر نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔ **ص۔** وقف مرنض : یہاں پہلے

اور بعد والے دونوں کلمات کو ملا کر پڑھنا چاہئے لیکن تھک جانے کی حالت میں ٹھہرنا جائز ہے۔ **ق۔** قبل علیہ الوقف (کہا گیا ہے کہ یہاں وقف ہے) : یہاں ٹھہرنا

اور نہ ٹھہرنا دونوں جائز ہیں مگر ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔ **لا۔** لاوقف علیہ (یہاں کوئی وقف نہیں) : یہاں ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہئے بلکہ اگر بھولے سے وقف ہو جائے

تو پہلے لفظ کے ساتھ ملا کر دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ **قف۔** اس علامت پر ٹھہر جانا چاہئے۔ **سکتہ۔** اس جگہ آواز توڑ دے سانس نہ توڑے۔ **وقفہ۔** یہ لمبے سکتہ کی

علامت ہے اس جگہ ذرا دیر تک آواز کو توڑے رکھے۔ **صل۔** قد یوصل (کبھی ملا کر پڑھا جاتا ہے) : یہاں وقف کرنا احسن ہے۔ **صلی۔** الوصل اولیٰ : یعنی ملا کر

پڑھنا بہتر ہے۔ جہاں ایک سے زیادہ علامتیں اوپر نیچے ہوں وہاں اوپر کی علامت کا اعتبار ہے اور اگر ایک سے زیادہ علامتیں سیدھ میں ہوں تو آخری علامت کا اعتبار

ہوگا۔ **○** آیت کے ختم ہونے کی علامت ہے۔ اگر صرف یہی علامت ہو تو ٹھہر جانا چاہئے۔ **◆◆◆** اگر کوئی عبارت ایسے تین تین نقطوں کے درمیان

گھری ہوئی ہو تو پہلے تین نقطوں پر ٹھہرنا اور دوسرے تین نقطوں پر نہ ٹھہرنا یا

اس کے برعکس عمل کرنا چاہئے۔ اس قسم کی عبارت کو معانقہ یا مع کہتے ہیں۔

**۵۔** غیر کوئی قراء کے نزدیک اس علامت پر بھی آیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس پر ٹھہر جانا چاہئے اور اگر اس پر کوئی اور علامت ہو تو اُسی کا اعتبار ہوگا۔

### ضروری وضاحت

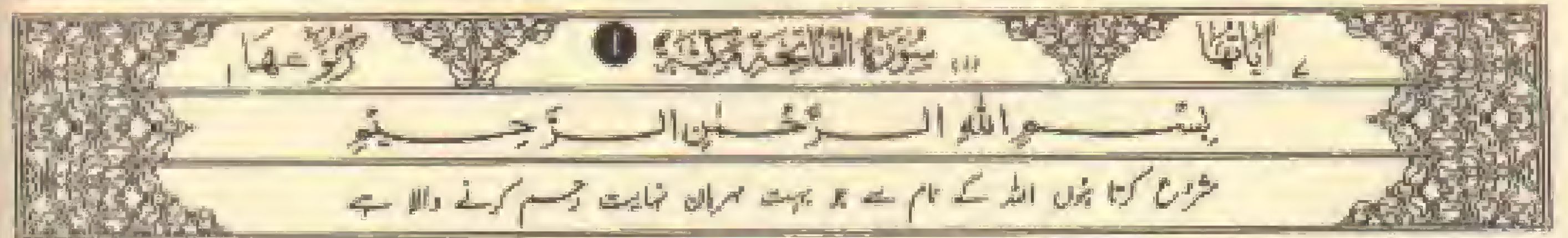
اوپر لا کے سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ یہاں ہرگز نہ ٹھہرا جائے۔ لیکن یہ صرف ایسے مقامات کیلئے ہے جہاں لا گول

آیت **لا۔** کے اوپر نہ ہو، کیونکہ گول آیت پر تو ٹھہرنا سنت ہے چاہے اس پر لا بھی ہو۔









۱ سورۃ الفاتحہ قرآن مجید کی سب سے پہلی سورت ہے جس کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ فاتحہ کے معنی آغاز اور ابتدا کے ہیں اس لیے اسے الفَاتِحَةُ یعنی فاتحۃ الکتاب کہا جاتا ہے۔ اس کے اور بھی متعدد نام احادیث سے ثابت ہیں مثلاً: اُمُّ الْقُرْآنِ، الشَّيْخُ الْمَشْنُونُ، الْقُرْآنُ الْعَظِيمُ، الشِّفَاءُ، الرَّقِيَّةُ (دم) جس طرح ایک صحابی نے ایک بچہ کو ڈسے ہوئے کو اس سے دم کیا تو اسے آرام آیا، نبی ﷺ نے فرمایا: ”جیسے کس طرح معلوم ہوا کہ یہ دم ہے؟“ (صحیح البخاری، کتاب الاجارۃ، باب رقم ۱۶ - صحیح مسلم، کتاب السلام، باب جواز اخذ الاجرة ... الخ وغیرہا من الاسماء۔ اس کا ایک اہم نام ”الصلوۃ“ بھی ہے جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں ہے: ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ((قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي)) - (الحديث - صحیح مسلم - کتاب الصلوۃ) میں نے صلوۃ (نماز) کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے“ مراد سورۃ فاتحہ ہے جس کا نصف حصہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اس کی رحمت و ربوبیت اور عدل و بادشاہت کے بیان میں ہے اور نصف حصہ میں دعا و مناجات ہے جو بندہ اللہ کی بارگاہ میں کرتا ہے۔ اس حدیث میں سورۃ فاتحہ کو ”نماز“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں اس کا پڑھنا بہت ضروری ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ کے ارشادات میں اس کی خوب وضاحت کر دی گئی ہے فرمایا: (( لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ )) - (صحیح البخاری و صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب وجوب القراءة ... الخ) ”اس شخص کی نماز نہیں جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی۔“ اس حدیث میں (مَنْ) کا لفظ عام ہے جو ہر نمازی کو شامل ہے۔ مفرد ہو یا امام یا امام کے پیچھے مقتدی۔ سری نماز ہو یا جہری، فرض نماز ہو یا نفل۔ ہر نمازی کے لیے سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ اس عموم کی مزید تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ نماز فجر میں بعض صحابہ کرامؓ بھی نبی ﷺ کے ساتھ قرآن کریم پڑھتے رہے جس کی وجہ سے آپؐ پر قرات ہو جھل ہو گئی نماز ختم ہونے کے بعد جب آپؐ نے پوچھا کہ تم بھی ساتھ پڑھتے رہے ہو؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ((لَا تَفْعَلُوا الْآيَةَ الْقُرْآنِ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا))۔ ”تم ایسا مت کیا کرو (یعنی ساتھ ساتھ مت پڑھا کرو) البتہ سورۃ فاتحہ ضرور پڑھا کرو“ کیونکہ اس کے پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ بِهَا بِأَيِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ جِدَاجٌ نَلَاغِيْرٌ تَمَامٌ))۔ ”جس نے بغیر فاتحہ کے نماز پڑھی وہ ناقص ہے مکمل نہیں“ تین مرتبہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ ابو ہریرہؓ سے عرض کیا گیا: ((إِنَّا نَكُونُ وَرَاءَ الْإِمَامِ))۔ (امام کے پیچھے بھی ہم نماز پڑھتے ہیں اس وقت کیا کریں؟) حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: ((اقْرَأْ بِهَا فَيَنْفَسُكَ))۔ (امام کے پیچھے تم سورۃ فاتحہ اپنے جی میں پڑھا) (صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب نمبر ۱۱) مذکورہ دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ قرآن مجید میں جو آتا ہے: ((وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا))۔ (الاعراف - ۲۰۴) ”جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور خاموش رہو“ یا حدیث ((وَإِذَا قَرَأْتَ فَأَنْصِتُوا))۔ (بشرط محنت) ”جب امام قراءت کرے تو خاموش رہو“ کا مطلب یہ ہے کہ جہری نمازوں میں مقتدی سورۃ فاتحہ سے قبل یا بعد یا سورت کے بعد کے علاوہ باقی قراءت خاموشی سے سنیں۔ امام کے ساتھ قرآن نہ پڑھیں۔ یا امام سورۃ فاتحہ کی آیات و قفوں کے ساتھ پڑھے تاکہ مقتدی بھی احادیث صحیحہ کے مطابق سورۃ فاتحہ پڑھ سکیں یا امام سورۃ

۱ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۱ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۲ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۳ إِيَّاكَ نَعْبُدُ

سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ۱ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ۲ (۲) بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ۳ (۳) کے دن (یعنی قیامت) کا مالک ہے ۴ (۴) ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الاجارۃ، باب رقم ۱۶ - صحیح مسلم، کتاب السلام، باب جواز اخذ الاجرة ... الخ وغیرہا من الاسماء۔ اس کا ایک اہم نام ”الصلوۃ“ بھی ہے جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں ہے: ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ((قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي)) - (الحديث - صحیح مسلم - کتاب الصلوۃ) میں نے صلوۃ (نماز) کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے“ مراد سورۃ فاتحہ ہے جس کا نصف حصہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اس کی رحمت و ربوبیت اور عدل و بادشاہت کے بیان میں ہے اور نصف حصہ میں دعا و مناجات ہے جو بندہ اللہ کی بارگاہ میں کرتا ہے۔ اس حدیث میں سورۃ فاتحہ کو ”نماز“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں اس کا پڑھنا بہت ضروری ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ کے ارشادات میں اس کی خوب وضاحت کر دی گئی ہے فرمایا: (( لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ )) - (صحیح البخاری و صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب وجوب القراءة ... الخ) ”اس شخص کی نماز نہیں جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی۔“ اس حدیث میں (مَنْ) کا لفظ عام ہے جو ہر نمازی کو شامل ہے۔ مفرد ہو یا امام یا امام کے پیچھے مقتدی۔ سری نماز ہو یا جہری، فرض نماز ہو یا نفل۔ ہر نمازی کے لیے سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ اس عموم کی مزید تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ نماز فجر میں بعض صحابہ کرامؓ بھی نبی ﷺ کے ساتھ قرآن کریم پڑھتے رہے جس کی وجہ سے آپؐ پر قرات ہو جھل ہو گئی نماز ختم ہونے کے بعد جب آپؐ نے پوچھا کہ تم بھی ساتھ پڑھتے رہے ہو؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ((لَا تَفْعَلُوا الْآيَةَ الْقُرْآنِ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا))۔ ”تم ایسا مت کیا کرو (یعنی ساتھ ساتھ مت پڑھا کرو) البتہ سورۃ فاتحہ ضرور پڑھا کرو“ کیونکہ اس کے پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ بِهَا بِأَيِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ جِدَاجٌ نَلَاغِيْرٌ تَمَامٌ))۔ ”جس نے بغیر فاتحہ کے نماز پڑھی وہ ناقص ہے مکمل نہیں“ تین مرتبہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ ابو ہریرہؓ سے عرض کیا گیا: ((إِنَّا نَكُونُ وَرَاءَ الْإِمَامِ))۔ (امام کے پیچھے بھی ہم نماز پڑھتے ہیں اس وقت کیا کریں؟) حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: ((اقْرَأْ بِهَا فَيَنْفَسُكَ))۔ (امام کے پیچھے تم سورۃ فاتحہ اپنے جی میں پڑھا) (صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب نمبر ۱۱) مذکورہ دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ قرآن مجید میں جو آتا ہے: ((وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا))۔ (الاعراف - ۲۰۴) ”جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور خاموش رہو“ یا حدیث ((وَإِذَا قَرَأْتَ فَأَنْصِتُوا))۔ (بشرط محنت) ”جب امام قراءت کرے تو خاموش رہو“ کا مطلب یہ ہے کہ جہری نمازوں میں مقتدی سورۃ فاتحہ سے قبل یا بعد یا سورت کے بعد کے علاوہ باقی قراءت خاموشی سے سنیں۔ امام کے ساتھ قرآن نہ پڑھیں۔ یا امام سورۃ فاتحہ کی آیات و قفوں کے ساتھ پڑھے تاکہ مقتدی بھی احادیث صحیحہ کے مطابق سورۃ فاتحہ پڑھ سکیں یا امام سورۃ

یہ سورت مکی ہے۔ مکی یا مدنی کا مطلب یہ ہے کہ جو سورتیں ہجرت (۳ نبوت) سے قبل نازل ہوئیں وہ مکی ہیں خواہ وہ مکہ مکرمہ میں ہو یا اس کے اطراف و جوانب میں۔ اور مدنی وہ سورتیں ہیں جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں خواہ وہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں یا اس سے دور۔ حتیٰ کہ مکہ اور اس کے اطراف ہی میں کیوں نہ نازل ہوئی ہوں۔

بسم اللہ کی بابت اختلاف ہے کہ آیا یہ ہر سورت کی مستقل آیت ہے یا ہر سورت کی آیت کا حصہ ہے یا یہ صرف سورۃ فاتحہ کی ایک آیت ہے یا یہ کسی بھی سورت کی مستقل آیت نہیں ہے اسے صرف دوسری سورت سے ممتاز کرنے کے لیے ہر سورت کے آغاز میں لکھا جاتا ہے۔ قراء مکہ و کوفہ نے اسے سورۃ فاتحہ سمیت ہر سورت کی آیت قرار دیا ہے۔ فقہ قراء مدینہ، بصرہ و شام نے اسے کسی بھی سورت کی آیت تسلیم نہیں کیا ہے سوائے سورۃ نمل کی آیت ۳۰ کے جو کہ سورۃ نمل کی آیت ۱۰۰ ہے۔ محقق مصر شیخ احمد شاکر مصری مرحوم نے اپنا خلاصہ تحقیق اس طرح بیان فرمایا ہے کہ سورۃ فاتحہ بسم اللہ لکھی ہوئی ہے وہاں قرآنی آیت ہے۔ البتہ اس کا اس سورت کی آیت ہونا جس کے شروع میں سورۃ فاتحہ لکھی ہوئی ہے اس کا مستقل آیت ہونا محل نظر و بحث ہے۔ میرے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ سورۃ توبہ کے علاوہ یہ ہر سورت کی آیت ہے۔ اس لیے ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر سورت کے پڑھنے سے پہلے بسم اللہ ضرور پڑھے سوائے سورۃ توبہ کے۔ چاہے اسی سورت سے تلاوت کا آغاز کرے یا دوران تلاوت کوئی سورت آجائے۔ (حاشیہ ترمذی ج ۲ ص ۱۰۰) صحیح مسلم، اسی طرح جہری نمازوں میں اس کے اونچی آواز سے پڑھنے میں بھی اختلاف ہے۔ بعض اونچی آواز سے پڑھتے ہیں اور بعض سری آواز سے (فتح القدیر) اکثر علماء نے سری آواز سے پڑھنے کو راجح قرار دیا ہے۔ تاہم جہری آواز سے پڑھنا جائز ہے۔

بسم اللہ کے آغاز میں اقراء، ابدا یا اقلو، محذوف ہے یعنی اللہ کے نام سے پڑھنا یا شروع کرنا تلاوت کرتا ہوں۔

بسم اللہ کے شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ حکم دیا گیا ہے کہ کھانے، فح، وضوء اور جماع سے پہلے بسم اللہ پڑھو۔ تاہم قرآن کریم کی تلاوت کے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم سے پہلے ((اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم)) پڑھنا بھی ضروری ہے ((وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ))۔ (البقرہ - ۱۰۶) ”جب تم قرآن کریم پڑھنے لگو تو اللہ کی جناب میں شیطان رجیم سے پناہ مانگو“۔

۲ الْحَمْدُ ۲ میں ال، استغراق یا انحصار کے لیے ہے یعنی تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں یا اس کے لیے خاص ہیں کہ تعریف کا اصل مستحق اور سزاوار صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ کسی کے اندر کوئی خوبی، حسن یا کمال ہے تو وہ بھی اللہ



وَرَأْيَاكَ نَسْتَعِينُ ﴿٥﴾ إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿٦﴾ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴿٧﴾

چاہتے ہیں ﴿۵﴾ ہمیں سیدھی (اور سچی) راہ دکھا ﴿۶﴾ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا ﴿۷﴾ ان کی نہیں جن پر

تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے اس لیے حمد (تعریف) کا مستحق بھی وہی ہے۔ ﴿اللَّهُ﴾ یہ اللہ کا ذاتی نام ہے اس کا استعمال کسی اور کے لیے جائز نہیں۔ ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ﴾ یہ کلمہ شکر ہے جس کی بڑی فضیلت احادیث میں آئی ہے۔ ایک حدیث میں ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کو افضل الذکر اور الحمد لله کو افضل الدعاء کہا گیا ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة) صحیح مسلم اور سنن نسائی کی روایت میں ہے۔ ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ﴾۔ الحمد لله۔ میزان کو بھر دیتا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء) اسی لیے ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ اللہ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ ہر کھانے پر اور پینے پر بندہ اللہ کی حمد کرے۔ (صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء...) الخ باب استحباب حمد اللہ... الخ

﴿رَبِّ﴾ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے جس کے معنی ہیں ہر چیز کو پیدا کر کے اس کی ضروریات مہیا کرنے اور اس کی تکمیل تک پہنچانے والا۔ اس کا استعمال بغیر اضافت کے کسی اور کے لیے جائز نہیں۔ عالمین، عالم (جہان) کی جمع ہے۔ ویسے تو تمام مخلوق کے مجموعے کو عالم کہا جاتا ہے اسی لیے اس کی جمع نہیں لائی جاتی۔ لیکن یہاں اس کی ربوبیت کلمہ کے اظہار کے لیے عالم کی بھی جمع لائی گئی ہے جس سے مراد مخلوقات کی الگ الگ جنسیں ہیں۔ مثلاً عالم جن عالم انس عالم ملائکہ اور عالم وحوش و طیور وغیرہ۔ ان تمام مخلوقات کی ضرورتیں ایک دوسرے سے قطعاً مختلف ہیں لیکن رَبُّ الْعَالَمِینِ سب کی ضروریات ان کے احوال و ظروف اور طبع و اجسام کے مطابق مہیا فرماتا ہے۔

﴿رَحْمَنٌ رَّحِيمٌ﴾ بر وزن فَعْلَان اور رَحِيمٌ بر وزن فَعِيلٌ ہے۔ دونوں مبالغے کے صیغے ہیں جن میں کثرت اور دوام کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ بہت رحم کرنے والا ہے اور اس کی یہ صفت دیگر صفات کی طرح دائمی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں: رحمن میں رحیم کی نسبت زیادہ مبالغہ ہے اسی لیے رَحْمَنُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ کہا جاتا ہے۔ دنیا میں اس کی رحمت عام ہے جس سے بلا تخصیص کافر و مومن سب فیض یاب ہو رہے ہیں اور آخرت میں وہ صرف رحیم ہو گا یعنی اس کی رحمت صرف مومنین کے لیے خاص ہوگی۔ ﴿فَسَمَّا كُتِبَ عَلَيْهَا لِلَّذِينَ يُثْقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ﴾۔ (الاعراف: ۱۵۶) ”میں وہ رحمت ان لوگوں کے لئے ضرور رکھوں گا جو اللہ سے ڈرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں“ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ

دنیا میں بھی اگرچہ مکافات عمل کا سلسلہ ایک حد تک جاری رہتا ہے تاہم اس کا مکمل ظہور آخرت میں ہو گا اور اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے اچھے یا برے اعمال کے مطابق مکمل جزا اور سزا دے گا۔ اسی طرح دنیا میں عارضی طور پر اور بھی کئی لوگوں کے پاس تحت الاسباب اختیارات ہوتے ہیں لیکن آخرت میں تمام اختیارات کا مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اس روز فرمائے گا: ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ؟﴾ (آج کس کی بادشاہی ہے؟) پھر وہی جواب دے گا: ﴿لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾۔ (المؤمن: ۱۶) (صرف ایک غالب اللہ کے لیے) ﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ﴾ (الانفطار: ۱۹) ”اس دن کوئی ہستی کسی کے لیے اختیار نہیں رکھے گی سارے معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہو گا۔“ یہ ہو گا جزا کا دن۔

۱ عبادت کے معنی ہیں کسی کی رضا کے لیے انتہائی تذلل و عاجزی اور کمال خشوع کا اظہار۔ اور بقول ابن کثیر ”شریعت

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿٨﴾

غضب کیا گیا اور نہ گمراہوں کی۔ ﴿۸﴾

اس آیت میں مغضوب اور ضال کے مجموعے کا نام عبادت ہے یعنی جس ذات کے ساتھ محبت بھی ہو اس کی مافوق الاسباب عبادت کے سامنے عاجزی و بے بسی کا اظہار بھی ہو اور اسباب و مافوق الاسباب ذرائع سے اس کی گرفت کا خوف بھی ہو۔ سیدھی عبادت کا مطلب ہے تیری عبادت کرتے اور تجھ سے مدد چاہتے ہیں (یعنی لیکن اللہ تعالیٰ نے یہاں مفعول کو محذوم کر کے ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ فرمایا جس سے مقصد اختصاص پیدا کرنا ہے یعنی ”ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں“ اس اعتبار سے نہ عبادت اللہ کے سوا کسی اور کی جائز ہے اور نہ استعانت ہی کسی اور سے جائز ہے۔ ان الفاظ سے شرک کا سد باب کر دیا گیا ہے لیکن جن کے دلوں میں شرک کا روگ راہ پا گیا ہے وہ مافوق الاسباب و تحت الاسباب استعانت میں فرق کو نظر انداز کر کے عوام کو مغالطے میں ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو ہم مدد چاہتے ہیں تو ذرا کلمہ سے مدد حاصل کرتے ہیں بیوی سے مدد چاہتے ہیں ڈرائیور اور دیگر انسانوں سے مدد کے طالب ہوتے ہیں ان میں وہ یہ باور کراتے ہیں کہ اللہ کے سوا اوروں سے مدد مانگنا بھی جائز ہے۔ حالانکہ اسباب کے ماتحت ایک دوسرے سے مدد مانگنا صحیح ہے لیکن یہ تو اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا نظام ہے جس میں سارے کام ظاہری اسباب کے مطابق ہی چلتے ہیں حتیٰ کہ انبیاء بھی انسانوں کی مدد حاصل کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ﴿مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ؟﴾ (مسیح: ۵۴) ”اللہ کے (دین کے) لیے کون میرا مددگار ہے؟“ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو فرمایا ﴿فَعَلَوْا عَلَى الْيَتِيمِ﴾ (الحاقة: ۱۲) ”یتیم اور یتیمی کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کرو“ ظاہر بات ہے کہ یہ تعاون ممنوع ہے نہ کہ ملکہ مطلوب و محمود ہے۔ اس کا اصطلاحی شرک سے کیا تعلق؟ شرک تو یہ ہے کہ ایسے شخص سے مدد طلب کی جائے جو عبادی اسباب کے لحاظ سے مدد نہ کر سکتا ہو جیسے کسی فوت شدہ شخص کو مدد کے لیے پکارنا اس کو مشکل کشا اور حاجت روا کہنا اس کو نفع و مضار باور کرنا اور دور و نزدیک سے ہر ایک کی فریاد سننے کی صلاحیت سے بہرہ ور تسلیم کرنا۔ اس کا نام ہے مافوق الاسباب طریقے سے مدد طلب کرنا اور اسے خدائی صفات سے متصف ماننا۔ اسی کا نام شرک ہے جو بد قسمتی سے محبت اولیاء کے نام پر مسلمان ملکوں میں عام ہے۔ اَعَاذَنَا اللَّهُ مِنْهُ

تین قسمیں: اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ توحید کی تین اہم قسمیں بھی مختصر بیان کر دی جائیں۔ یہ توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید صفات۔

۱ توحید ربوبیت کا مطلب ہے کہ اس کائنات کا خالق مالک رازق اور مدبر صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس توحید کو ملاحدہ و توحید کے علاوہ تمام لوگ مانتے ہیں حتیٰ کہ مشرکین بھی اس کے قائل رہے ہیں اور ہیں جیسا کہ قرآن کریم نے مشرکین مکہ کا حریف نقل کیا ہے۔ مثلاً فرمایا:

”مے پیغمبر! ان سے پوچھیں کہ تم کو آسمان و زمین میں رزق کون دیتا ہے؟“ (تیسارے) کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے؟ جان سے جاندار اور جاندار سے بے جان کون پیدا کرتا ہے اور دنیا کے کاموں کا انتظام کون کرتا ہے؟ جھٹ کہہ دیں گے کہ اللہ“ (یعنی یہ سب کام کرنے والا اللہ ہے)۔ (یونس: ۳۱)

دوسرے مقام پر فرمایا: ”اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان و زمین کا خالق کون ہے؟ تو یقیناً یہی کہیں گے کہ اللہ۔“ (الزمر: ۳۸)



قِيلَ لَكَ<sup>ج</sup> وَإِلَى الْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ﴿٢﴾

● (۳) اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا ۲ اور وہ  
ت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ (۴)

ہماری دنیا، مائیکل، عذاب قبر اور حشر اور جہنم وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول ﷺ کی بتلائی ہوئی باتوں کو عقل و فہم پر یقین رکھنا، جزو ایمان ہے اور ان کا انکار کفر و منکارت ہے۔

● اقامت صلوٰۃ سے مراد پابندی سے اور سخت نبوی کے مطابق نماز کا اہتمام کرنا ہے، ورنہ نماز تو منافقین بھی پڑھتے  
تفصیل کے لیے دیکھئے سورۃ العنکبوت ۳۵ کا حاشیہ)

● **إِنْفَاق** کا لفظ عام ہے جو صدقات واجبہ اور نفلہ دونوں کو شامل ہے۔ اہل ایمان حسب استطاعت دونوں میں کوئی بھی خرچ کرتے بلکہ ماں باپ اور اہل و عیال پر صحیح طریقے سے خرچ کرنا بھی اس میں داخل ہے اور باعث اجر و ثواب ہے۔

● پچھلی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ جو کتابیں انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں وہ سب سچی ہیں، وہ اب اپنی اصل شکل میں دنیا میں پائی نہیں جاتیں، نیز اب ان پر عمل بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اب عمل صرف قرآن اور اس کی تشریح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے۔ پر حق کیا جائے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وحی و رسالت کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا گیا ہے۔ اب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر وحی نازل ہونے والی ہوتی تو اس پر بھی ایمان لانے کا ذکر اللہ تعالیٰ ضرور فرماتا۔

(۱۲۸۹) اِنَّا لِلّٰہِ (۱۳) سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِیَّةٌ ۱۸۷ (۱۴) سُوْرَةُ الْاٰلِیَّہِ ۱۸۸  
 بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 شروع کرتا ہیں اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ  
الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٦﴾ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمِمَّا

الم ﴿۱﴾ اس کتاب (کے اللہ کی کتاب ہونے) میں کوئی شک نہیں ﴿۲﴾ پر ہمیز گاروں کو راہ دکھانے والی ہے ﴿۳﴾ جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں ﴿۴﴾ اور نماز کو قائم رکھتے ہیں ﴿۵﴾ اور ہمارے دیئے ہوئے (مال) میں سے خرچ کرتے

۱۔ اس سورت میں آگے چل کر گلے کا واقعہ بیان ہوا، اس لیے اسے سورۃ البقرہ (گلے کے واقعے والی سورت) کہا جاتا ہے۔ حدیث میں اس کا ایک خاص فضیلت پر بھی بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے اسے پڑھا تو اسے آگ سے محفوظ رکھے گا۔

جاتا ہے۔ فرمایا: «لَا تَجْعَلُوا أَيْدِيَكُمْ مَقَابِرَ، إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ النَّيِّبِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ»۔  
(صحیح مسلم) کتاب صلاۃ المسافر: باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ۔ ابن ماجہ کے اقوال سے

یہ مئی دور کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے البتہ اس کی بعض آیات حجتہ الوداع کے موقع پر نازل ہوئیں۔ بعض علماء کے نزدیک اس میں ایک نذر خیر، ایک نذر احکام اور ایک نذر منہات ہر۔ (ابن کثیر) منہات کا مطلب حرام اور منہو عاتق ہے۔

۲ انہیں حروف مقطعات کہا جاتا ہے، یعنی علیحدہ علیحدہ پڑھے جانے والے حروف۔ ان کے معنی کے بارے میں کوئی مستند روایت نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ البتہ نبی کریم ﷺ نے نہ ضرور فرمایا ہے کہ میں، خیمہ، کتاب کا کہ الہ ایک حرف ہے۔

بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے اور ہر حرف پر ایک ٹیکلی اور ایک ٹیکلی کا چار دس گنا ہے۔  
(مسند الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فیمن قرأ حرفاً ... الخ)

۷۔ اس کے متزل من اللہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے: ﴿تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ مِنْ رَبِّهِ الْعَلِيمِ﴾ (الم السجدہ ۳۰) بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ خبر بمعنی نہیں ہے۔ اُی لا تَرَكَأُوا فِيهِ (اس میں شک نہ

کرو۔) علاوہ ازیں اس میں جو واقعات بیان کیے گئے ہیں، ان کی صداقت میں، جو احکام و مسائل بیان کیے گئے ہیں، ان سے انسانیت کی فلاح و نجات وابستہ ہونے میں اور جو عقائد (توحید و رسالت اور محاورے میں) بیان کیے گئے ہیں، ان کے

برحق ہونے میں کوئی شک نہیں۔  
آکھ والا تری قدرت کا تماشا دیکھے

۴۰ ویسے تو یہ کتاب الہی تمام انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے نازل ہوئی ہے۔ لیکن اس چشمہ فیض سے سیراب دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

صرف وہی لوگ ہوں گے، جو آب حیات کے متلاشی اور خوف الہی سے سرشار ہوں گے۔ جس کے دل میں مرنے کے بعد اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر جواب دہی کا احساس اور اس کی فکر ہی نہیں، اس کے اندر رہدایت کی طلب، یا گمراہی سے بچنے کا جذبہ۔

ہی نہیں ہو گا، تو اسے ہدایت کہاں سے اور کیوں کر حاصل ہو سکتی ہے؟

۵ امور غیبیہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کا ادراک عقل و حواس سے ممکن نہیں۔ جیسے ذات باری تعالیٰ و وحی الہی۔



